ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ

Details of Module and its structure

ماڈیول کی تفصیلات **Module Detail**	
مضمون کا نام **Subject Name**	اردو **Urdu**
کورس کا نام **Course Name**	ثانوی سطح کے اردو اساتذہ کے لیے آن لائن تربیتی کورس **Online Course for Teachers Teaching Urdu at Secondary Stage**
ماڈیول کا عنوان **Module Name/Title**	مضمون ، انشائیہ اور طنز و مزاح کی تدریس **Mazmoon, Inshaiyah aur Tanz-o-Mizah ki Tadrees**
ماڈیول آئی ڈی **Module ID**	**TUSS_MIT_16**
کلیدی الفاظ **Keywords**	مضمون، انشائیہ، طنز و مزاح، مقالات شبلی، مقالات حالی، عبد الحلیم شرر، مولانا ابوالکلام آزاد، پطرس بخاری، اودھ پنچ

ڈیولپمنٹ ٹیم

Development Team

کردار **Role**	نام **Name**	ادارہ **Affiliation**
کورس کو آرڈینیٹر **Course Coordinators**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari** پروفیسر دیوان حنان خان **Prof. Diwan Hannan Khan**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
کورس ایڈ منسٹریٹر **Course Administrator**	ڈاکٹر عزیر احمد **Dr. Uzair Ahmad**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**

ماڈیول16

مضمون، انشائیہ اور طنز و مزاح کی تدریس

فہرست

1	تمہید	2
2	مقاصد	3
3	مضمون	3
3.1	مضمون کی تدریس	4
4	انشائیہ	5
4.1	اردو میں انشائیہ کی روایت	6
4.2	انشائیے کی تدریس	7
5	طنز و مزاح	8
5.1	اردو میں طنز و مزاح کی روایت	8
5.2	طنز و مزاح کی تدریس	9
6	خلاصہ	10

1 تمہید

مضمون، انشائیہ اور طنز و مزاح غیر افسانوی نثر میں شامل ہیں۔ کسی بھی موضوع یا مسئلے پر معلوماتی یا تجزیاتی تحریر کو مضمون کہتے ہیں۔ مضمون میں علمیت اور سنجیدگی کے علاوہ معلوماتی مضامین کا انداز غیر شخصی اور غیر جانبدارانہ ہوتا ہے۔ تاہم اکثر صورتوں میں لکھنے والے کی ترجیحات اور پسند و ناپسند شامل ہوتی ہے۔ البتہ مقالوں میں غیر شخصی رنگ اور علمی وقار زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ انشائیہ بھی مضمون کی ایک شکل ہے جس میں انشائیہ نگار لطیف مزاح کے ساتھ کسی موضوع پر اپنے خیالات کو پیش کرتا ہے۔ انشائیہ میں بات سے بات پیدا کی

جاتی ہے اور تسلسل فکر کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جس تحریر یا مضمون میں طنز کے نشتر اور مزاح کی چاشنی کو شامل کرکے دلچسپ بنایا جائے اسے طنز و مزاح کے ذیل میں رکھتے ہیں۔ اس سبق میں ہم انھیں اصناف کا ذکر کریں گے۔

2 مقاصد

- مضمون، انشائیہ اور طنز و مزاح کا تعارف۔
- مضمون، انشائیہ اور طنز و مزاح کے درمیان باہمی فرق۔
- مضمون، انشائیہ اور طنز و مزاح کا آغاز وارتقا۔
- مضمون، انشائیہ اور طنز و مزاح کو پڑھانے کا طریقۂ کار ۔

3 مضمون

موضوعات کے لحاظ سے مضمون کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ادبی موضوعات پر لکھے گئے مضامین کی نوعیت تنقیدی اور تحقیقی ہوتی ہے۔ غیر ادبی موضوعات میں مذہب، فلسفہ، سوانح، سماج، سیاست، تاریخ، اقتصادیات، صنعت و حرفت، تجارت، زراعت، ماحولیاتی آلودگی، طِب، صحت، قانون اور سائنس و ٹکنالوجی وغیرہ سے متعلق معلوماتی مضامین شامل ہیں۔ سرسید کے مضامین "بحث و تکرار" یا "خوشامد" اصلاحی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں۔ انھیں سماجی موضوع سے متعلق کہا جائے گا۔

مضمون کی کامیابی کا انحصار ربط و ترتیب اور تنظیم کی خوبی پر ہے۔ ایک اچھے مضمون میں موضوع یا مسئلے کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ اس کے تمام اہم پہلو زیر بحث آ جائیں۔ تمہیدی حصے میں موضوع کا ایسا تعارف کرایا جاتا ہے جس سے اس کی اہمیت اور لکھنے والے کی منشا پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد منطقی ترتیب میں سنجیدہ اور مدلّل طریقے سے اہم نکتوں کو سامنے لایا جاتا ہے۔ انتشار سے بچتے ہوئے ضروری وضاحت اور صراحت کے ساتھ بات پوری کی جاتی ہے اور کسی نتیجے پر پہنچ کر مضمون کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ مضمون میں زبان اور طرزِ بیان کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ الفاظ میں جس قدر قطعیت اور شفّافیت ہوگی اسی قدر مضمون نگاری کا حق ادا ہوگا۔ مقالہ مضمون کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ مقالے کی ضخامت مضمون سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ گہرائی و گیرائی کا حامل ہوتا ہے۔ اصطلاحی طور پر غیر

شخصی اور معلوماتی مضمون کو مقالہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن ہمارے یہاں مضمون کی اصطلاح کو زیادہ رواج ملا ہے۔ سر سید، حالی، شبلی اور محمود شیرانی کے نسبتاً مختصر مضامین کے مجموعوں کو مقالات کا عنوان دیا گیا ہے۔

عام طور پر مقالے کی اصطلاح طویل، سنجیدہ اور مدلّل علمی و تحقیقی تحریروں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خواہ اس کا موضوع ادب ہو یا کچھ اور۔ انفرادی طور پر علمی و تحقیقی کام کرنے والے دانشوروں کی تحریروں کے علاوہ یونیورسٹیوں میں ایم۔اے۔ کے امتحان کے مقالوں، ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی ڈگری کے لیے لکھی جانے والی تھیسس کو مقالہ کہا جاتا ہے۔ جس سے مقالہ کی بنیادی خصوصیت یعنی مفروضہ قائم کرکے تحقیق کرنے اور سیر حاصل بحث کے بعد نتائج اخذ کرنے پر روشنی پڑتی ہے۔

مضمون نگاری کی روایت اردو میں اخباروں اور رسالوں کے فروغ کے ساتھ مضمون نگاری کو رواج ملا۔ 1857 کے بعد بدلے ہوئے حالات میں مستقل کتابوں کے مقابلے میں مضمون نگاری سے زیادہ کام لیا گیا۔ دلّی کالج کے امتحان میں ایک پرچہ مضمون نگاری کا ہوا کرتا تھا۔ بہترین مضمون نگار کو تمغے دیے جاتے تھے۔ ماسٹر رام چندر، نذیر احمد، محمد حسین آزاد، ذکاء اللہ وغیرہ انعام یافتہ مضمون نگار تھے۔ ماسٹر رام چندر نے دو رسالے بھی جاری کیے جن میں علمی و ادبی مضامین چھپتے تھے۔ ماسٹر پیارے لال بھی اس دور کے اہم مضمون نگار تھے۔

1857 کے بعد جاری ہونے والے اہم رسالوں میں "تہذیب الاخلاق"، "معارف" اور "مخزن" تھے۔ ان رسائل نے مضمون نگاری کو عام کیا۔ سر سید، حالی، محسن الملک، وقارالملک، چراغ علی وغیرہ کے مضامین تہذیب الاخلاق میں چھپتے رہے۔ شبلی نعمانی اور حالی کے مضامین "مقالات شبلی" اور "مقالات حالی" کے نام سے شائع ہوئے۔ ان کے علاوہ میر ناصر علی، عبدالحلیم شرر، محمود شیرانی، مہدی افادی، رشید احمد صدیقی، فرحت اللہ بیگ، محفوظ علی بدایونی، وحید الدین سلیم، سید سلیمان ندوی، مولوی عبدالحق، مولانا ابوالکلام آزاد، خواجہ غلام السیدین، عابد حسین، محمد مجیب اور ذاکر حسین وغیرہ نے مضمون نگاری کی روایت کو پروان چڑھایا۔ موجودہ عہد میں اردو اخبارات ورسائل کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا ہے جس کے باعث مضمون نگاری کی روایت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔

3.1 مضمون کی تدریس

معلم طالب علموں کو بتائے کہ وہ پچھلی جماعتوں میں مختلف موضوعات پر مضامین لکھتے اور پڑھتے رہے ہیں۔ مضمون ایک نثری صنف یا ایک ایسا اظہار ہے جس میں لکھنے والا اپنے خیال اور تجربے کو مرتب انداز میں پیش کرتا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے مضمون کی کئی قسمیں

ہوتی ہیں۔ احتشام حسین کا مضمون "خوجی-ایک مطالعہ" اور خورشید الاسلام کا مضمون "امراؤ جان ادا" تنقیدی مضمون کا نمونہ ہیں۔ اسی طرح میلے ٹھیلے، تیج تہوار، رسومات اور اقدار مثلاً ایمانداری، نیکی، سچائی اور صاف گوئی وغیرہ موضوعات پر لکھے جانے والے مضامین کو ثقافتی اور اخلاقی مضامین کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔ ماحول اور فضا پر لکھے جانے والے مضامین ماحولیاتی، سماجی موضوعات پر لکھے جانے والے مضامین سماجی اور سیاست اور ملک کے کسی مسئلے پر لکھے جانے والے مضامین سیاسی مضامین کہے جاتے ہیں۔ جب کسی شخصیت پر لکھا جاتا ہے تو اسے شخصی مضمون کہتے ہیں۔

صنف کے تعارف کے بعد مصنف کا تعارف بے حد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں درسی کتب سے مدد لی جا سکتی ہے۔ مصنف کے تعارف کے بعد متن میں شامل محاورات، مرکبات، کہاوتوں اور ضرب الامثال وغیرہ کی نشاندہی کا مرحلہ آتا ہے۔

ان امور سے گزرنے کے بعد متن کی فہمائش کا مرحلہ آتا ہے۔ اس کے لیے تفہیمی مشق تدریس کا ایک اہم پہلو ہے۔ طلبا کو تہذیبی و معاشرتی اقدار سے اس سطح پر واقف کرانا ضروری ہے۔ اس کے لیے کچھ ایسے سوالات ہوں جن کے جوابات میں ان اقدار کی نشان دہی ہو جائے۔ زبان و بیان اور قواعد کی مشق بھی ایک اہم ضرورت ہے اس ضمن میں بھی متن میں موجود عملی قواعد کے کچھ پہلوؤں سے متعلق سوال کیے جا سکتے ہیں۔

مضمون پڑھاتے وقت انشائیہ اور مضمون کے فرق کو بھی ذہن نشین کرنا چاہیے۔ یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ مضمون کسی موضوع پر مربوط انداز میں لکھا جاتا ہے۔ اس میں تمہید، نفسِ موضوع، موضوع سے متعلق خوبیوں اور خامیوں کا ذکر اور آخر میں نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

4 انشائیہ

انشائیہ ایک نثری صنف ہے۔ اسے ذہن کی ترنگ اور ادب کی پھلجھڑی بھی کہا گیا ہے۔ انشائیہ مضمون کی ایک ایسی قسم ہے جس میں علم و استدلال کے بجائے تاثراتی اور تخلیقی کیفیت پائی جاتی ہے۔ انشائیہ میں زبان کے تخلیقی استعمال کا اہم کردار ہوتا ہے۔ کسی بھی موضوع پر شخصی اور انفرادی طرز اظہار کو انشائیہ کہتے ہیں۔ انشائیہ میں قدم قدم پر مصنف کی شخصیت جھلکتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انشائیہ میں واقعات سے زیادہ تاثرات اہمیت رکھتے ہیں۔ موضوع کچھ بھی ہو، انشائیہ نگار اسے اپنے ذاتی نقطۂ نظر سے پیش کرتا ہے۔

انشائیہ کے لیے موضوع کی کوئی قید نہیں بلکہ موضوع کے انوکھے پہلو سامنے لائے جاتے ہیں۔ انشائیہ کا سارا حسن اسی انوکھے پہلو میں مضمر ہے۔ اردو انشائیوں کے کچھ عنوانات پر غور کریں تو یہ نہایت غیر سنجیدہ معلوم ہوں گے۔ مثلاً "چارپائی"، "ارہر کا کھیت"، "جھینگر کا جنازہ"، "کتّے" وغیرہ۔ لیکن انشائیہ پڑھنے کے بعد بظاہر نامعقول اور غیر اہم باتوں میں حکمت اور معقولیت پوشیدہ نظر آئے گی۔ انشائیہ نگار غیر فلسفیانہ انداز میں فلسفۂ حیات بھی بیان کر جاتا ہے۔

انشائیہ کا ڈھانچہ غیر منظم اور ساخت ڈھیلی ہوتی ہے۔ کسی عنوان کے تحت بات شروع کی جاتی ہے اور بات سے بات نکلتی چلی جاتی ہے۔ یہاں آغاز تو ہوتا ہے لیکن بات کن راستوں سے ہو کر آگے بڑھے گی اور اختتام کہاں ہوگا، یہ غیر متوقع ہوتا ہے۔ انتشار و بے ترتیبی انشائیہ کی شناخت ہے۔ انشائیہ نگار کو درپردہ موضوع کی مرکزیت قائم رکھنی ہوتی ہے۔ اس مرکزیت کا سہارا لے کر وہ ایسی باتیں بھی کہہ جاتا ہے جن کا موضوع سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا۔

انشائیہ کی دل کشی کا راز اس کی شگفتگی اور بے تکلفی میں ہے۔ انشائیہ نگار ایک ایسی فضا پیدا کرتا ہے جس میں پیغام یا تلقین کا شائبہ نہیں ہوتا۔ وہ بے تکلفی کے ساتھ سنجیدہ بات کو بھی بظاہر غیر سنجیدہ طریقے سے کہتا ہے۔ انشائیہ میں طنز و ظرافت سے بھی جان پڑتی ہے۔

4.1 اردو میں انشائیہ کی روایت

اردو میں انشائیہ نگاری کا آغاز مضمون کی شکل میں ہوا۔ 1857 کے بعد علی گڑھ تحریک کے زیرِ اثر مضمون نگاری کا رواج ہوا۔ مضمون نگاری اس دور کی ضرورت تھی، کیونکہ ایک نئے سماج کی تعمیر اور ایک نئے شعور کو پروان چڑھانا تھا۔ اس کی پہل سر سید احمد خاں نے "امید کی خوشی" اور "خوشامد" جیسے مضامین لکھ کر کی۔ یہ مضامین اصلاحی نوعیت کے ہیں جنھیں انشائیہ کہنا مناسب نہیں۔ البتہ ان مضامین میں شخصی رنگ کسی حد تک ضرور موجود ہے۔ محمد حسین آزاد نے انشائیے کی طرف خصوصی توجہ کی اور اس صنف کو استحکام بخشا۔ "گلشنِ امید کی بہار"، "سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ" اور "انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا" ان کے نمائندہ انشائیے ہیں۔ "نیرنگِ خیال" ان کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔

انشائیہ کے یہ نقوش، عبدالحلیم شرر، میر ناصر علی، نیاز فتح پوری، سجاد انصاری، فرحت اللہ بیگ، مہدی افادی کی تحریروں میں بھی موجود ہیں۔ انشائیہ کی زیادہ ترقی یافتہ شکل خواجہ حسن نظامی، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، کنہیالال کپور، فرقت کاکوروی وغیرہ کے

یہاں نظر آتی ہے۔ بعد کے دور میں وزیر آغا، نظیر صدیقی، شفیق الرحمٰن، کرنل محمد خان، ابن انشا، شفیقہ فرحت، یوسف ناظم، احمد جمال پاشا، مشتاق احمد یوسفی، مجتبیٰ حسین، مشتاق قمر، جمیل آذر، غلام جیلانی اصغر وغیرہ نے انشائیہ کی صنف کو فروغ واستحکام عطا کیا۔

4.2 انشایئے کی تدریس

معلّم کوئی دلچسپ واقعہ سُنا کر جماعت میں فرحت بخش ماحول پیدا کرے۔ اس ماحول میں انشائیہ کی تدریس آسان ہو گی۔ انشائیہ جسے انگریزی میں (LightEssay) کہا جاتا ہے، مضمون سے الگ صنف ہے۔ اس میں مصنف اپنے مشاہدات و تجربات کو بے تکلفی سے بیان کرتا ہے اور ایسا انداز اختیار کرتا ہے کہ بات سے بات پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ انشایئے میں انشائیہ نگار کہیں کہیں لطیف مزاح کا عنصر بھی شامل کرتا ہے لیکن اس بات کا خیال رکھتا ہے کی مزاح کا انداز حد سے بڑھنے نہ پائے۔

انشائیہ اور مضمون میں فرق یہ ہے کہ گائے یا مچھر پر مضمون لکھتے وقت علمی انداز میں گائے یا مچھر کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ مثلاً گائے کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں۔ گائے سے کیا فائدے ہیں وغیرہ۔ مچھر کے بارے میں یہ معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں کہ مچھر کس قسم کا کیڑا ہے اس کی بناوٹ کیسی ہوتی ہے۔ اس کے کاٹنے سے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں۔ لیکن مچھر پر انشائیہ لکھنا ہو تو معلومات دینے کے بجائے یہ لکھا جاسکتا ہے کہ قدرت کی بنائی ہوئی چھوٹی سے چھوٹی شے میں بھی کچھ نہ کچھ مصلحتیں چھپی ہوئی ہیں۔ جو چیزیں نقصان دہ نظر آتی ہیں ان میں بھی قدرت نے کوئی نہ کوئی فائدہ پوشیدہ رکھا ہے۔ مثلاً خواجہ حسن نظامی کے انشایئے بہ عنوان "مچھر" میں مچھر سماج کے بڑے مسائل پر طنز کا انداز اختیار کرلیتا ہے۔ آخر نمرود کو مچھر نے ہی تو برباد کیا تھا گویا مچھروں نے موسیٰ کا ساتھ دیا۔ اسی طرح انشائیہ نگار نے مچھر کی زبانی یہ بھی بتایا ہے کہ مچھر انسان کو اس لیے بھی نیند سے بیدار کرتا ہے کہ وہ عبادت الٰہی میں مصروف ہو سکے۔

اس کے بعد حسبِ دستور مصنف کا تعارف پیش کیا جائے۔ اس کے بعد سبق کے منصوبے کے مطابق باقی مرحلوں کی تکمیل کی جائے۔ البتّہ اعادے کے سوالات قائم کرتے وقت، صنف اور متن کو ملحوظ رکھا جائے۔ تدریس کا عمل طفل مرکوز بھی ہو اور دلچسپ آموزش کا حامل بھی۔

5 طنز و مزاح

طنز و مزاح نگاری زندگی کی ناہمواریوں اور مضحکہ خیز صورتِ حال کو دلچسپ انداز میں پیش کرنے کا فن ہے۔ خالص مزاح نگار جس چیز پر ہنستا ہے، اس سے اس کو محبت ہوتی ہے اور اس لیے اس کا انداز ہمدردانہ ہوتا ہے۔ اس کا مقصد اصلاح بھی ہوتا ہے۔

طنز اور مزاح میں گہرا تعلق ہے۔ طنز میں مزاح کی آمیزش سے اس کی تلخی میں کمی آجاتی ہے اور اس کی نشتریت گوارا ہو جاتی ہے۔ کسی تحریر میں صرف طنز ہو تو اس کے غیر دلچسپ اور ناگوار ہونے کا ڈر رہتا ہے اور نرا مزاح بے مقصد ہنسی ٹھٹھول بن کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے عموماً ادیب یا شاعر ان دونوں کی آمیزش سے کام لیتے ہیں۔ طنز و مزاح کا تعلق نثر اور شاعری کی کسی ایک صنف کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی مخصوص ہیئت ہوتی ہے۔ اس کی شناخت بنیادی طور پر مواد اور اندازِ بیان سے کی جاتی ہے۔

طنز و مزاح نگار سماج میں پھیلی ہوئی بے راہ رویوں، انسانی کجرویوں اور تضادات پر قلم سے نشتر کا کام لیتا ہے۔ وہ ادب میں اعلیٰ انسانی اقدار کو پیش کرکے مایوس اور افسردہ انسانوں کے زخموں پر مرہم لگاتا ہے۔ کبھی کبھی اس کے طنز کی چوٹ اس قدر گہری ہوتی ہے کہ انسان تلملانے لگتا ہے۔ لیکن غیر ارادی طور پر وہ خود پر ہنستا بھی ہے۔ طنز و مزاح کا ایک مقصد اصلاح بھی ہے۔

5.1 اردو میں طنز و مزاح کی روایت

اردو میں طنز و مزاح کے نمونے ہمیں انیسویں صدی سے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اردو شعرا و ادبانے ابتدا ہی سے کھوکھلے سماجی رویّوں، تضادات، معاشرتی اور سیاسی برائیوں، توہم پرستی اور فرسودہ روایات پر طنز کیا ہے۔

اخبار اودھ پنچ" میں طنز و مزاح کو باقاعدگی کے ساتھ برتا گیا۔ اس میں لکھنے والوں نے مغرب پرستی، فیشن پسندی، سامراجیت، تہذیبی و اخلاقی زوال، سیاسی صورت حال اور معاشرتی کج روی کو نشانہ بنایا۔ ان قلم کاروں نے تصنع اور بناوٹ پر کاری ضرب لگائی اور مغرب کی تہذیبی آندھی کو روکنے کی کوشش کی۔ "اودھ پنچ" کے قلم کاروں میں منشی سجاد حسین، منشی مرزا محمد مرتضیٰ ستم ظریف، منشی احمد علی کسمنڈوی، منشی جوالا پرشاد برق، پنڈت تربھون ناتھ ہجرؔ، احمد علی شوقؔ، عبدالغفور شہبازؔ اکبر الہ آبادی اور سید محمد آزاد زیادہ مشہور

ہیں۔ "اودھ اخبار نے بھی طنز و مزاح کے فروغ میں خاص کردار ادا کیا۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کا ناول "فسانہ آزاد سی میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ طنز و مزاح کے اعتبار سے "خوجی" ان کا نمائندہ کردار ہے۔ اودھ اخبار میں لکھنے والوں میں مولوی غلام محمد خاں طپش، مولوی احمد حسن شوکت، عبد الحلیم شرر، سید امجد علی، مرزا حیرت دہلوی وغیرہ شامل تھے۔

بعد میں مُلّا رموزی، خواجہ حسن نظامی، مرزا فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی نے اردو طنز و مزاح کو معیار و مواد کے اعتبار سے بلند کیا۔ دیگر اہم قلم کاروں میں امتیاز علی تاج، عظیم بیگ چغتائی، انجم مانپوری، وجاہت علی سندیلوی، کرشن چندر، کنہیا لال کپور، فکر تونسوی اور شوکت تھانوی، ابن انشا، کرنل محمد خاں، مشفق خواجہ، شفیق الرحمٰن، مشتاق احمد یوسفی، مجتبیٰ حسین، یوسف ناظم، شفیقہ فرحت اور احمد جمال پاشا کے نام شامل ہیں۔

جعفر زٹلی نے اپنے عہد کے سیاسی و سماجی حالات، اقتصادی بد حالی اور تہذیبی زوال پر طنز و مزاح کے پیرائے میں اشعار کہے۔ سودا نے اپنے گرد و پیش کے انتشار، اخلاقی اور تہذیبی زوال، بے اعتدالی اور عدم توازن کو ہجو کا موضوع بنایا۔ نظیرؔ اکبر آبادی کے کلام میں بھی طنز و مزاح کے عناصر ملتے ہیں۔ انشاء اللہ خاں انشا نے بھی طنز و مزاح سے کام لیا ہے۔ مرزا غالب کے یہاں بھی طنز و ظرافت کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔ انھوں نے اپنا بھی مذاق اڑایا ہے اور جبر، محکومی اور اپنے مصائب پر بلیغ طنز کیا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے طنز و مزاح کو ایک نئی بلندی عطا کی۔ وہ مشرقی اقدار و روایات کا احترام کرتے تھے اور اسے مغرب کی کورانہ تقلید سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ابتدائی دنوں میں طنزیہ و مزاحیہ نوعیت کی کئی نظمیں کہی ہیں۔ بعد کے دور میں راجا مہدی علی خاں، دلاور فگار، شادؔ عارفی، ضمیرؔ جعفری اور رضا نقوی واہیؔ نے طنزیہ و مزاحیہ شاعری کو اعتبار بخشا۔

5.2 طنز و مزاح کی تدریس

طنزیہ اور مزاحیہ مضمون کو پڑھاتے وقت استاد کوئی پُر لطف واقعہ یا لطیفہ سُنا کر ماحول سازی کر سکتا ہے یں۔ استاد طالب علموں کو بتائے کہ طنز و مزاح اگرچہ دو مختلف کیفیات ہیں لیکن اردو ادب میں اکثر دونوں کو ساتھ ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ طنز کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس میں مزاح بھی شامل ہو لیکن مزاحیہ ڈھنگ سے طنز کیا جا سکتا ہے۔ یہ دراصل مزاح نگاری ہے جس میں طنز کو شامل سمجھ لیا گیا ہے۔

شاعروں اور ادیبوں کی تحریروں میں طنز معاشرتی اور اخلاقی اصلاح کے مقصد سے ہوتا ہے۔ غزل، نظم، شہر آشوب اور ہجویہ شاعری میں طنز کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ طنز ایک اسلوب ہے جس میں خامی کو براہِ راست بتانے کے بجائے اس کا اظہار اشارتاً کیا جاتا ہے۔

مزاح ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو اشیا، افراد یا ماحول میں پائی جانے والی بد نمائی، تضاد یا پھوہڑپن وغیرہ کے عوامل کے سبب پیدا ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ ہنسی، مسکراہٹ یا قہقہے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھبتی، پیروڈی، ظرافت، مذاق، ہجو اور ہزل وغیرہ مزاح کے اسالیب ہیں۔

مزاح نگاری ایک زمانے تک عام ادبی اظہار کا حصہ رہی ہے۔ بظاہر سنجیدہ فکر رکھنے والے فنکاروں کے یہاں بھی کہیں کہیں مزاح کی چاشنی ملتی ہے۔ "اودھ پنچ" (لکھنؤ) کی اشاعت نے اردو ادب میں مزاح نگاری کا ایک علاحدہ اسکول ہی قائم کر دیا جس کے اہلِ قلم مزاح کے تمام اسالیب کو بروئے کار لانے کے لیے معروف ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ بے شمار فن کار اس طرزِ اظہار کو برتتے رہے ہیں۔ طلبا کو اردو کے اہم طنز و مزاح نگاروں سے متعارف کرایا جائے۔

استاد نصاب میں شامل نظم یا نثر کو بآوازِ بلند اور متن کی زبان کے تقاضے کے مطابق پڑھیں۔ اکثر تحریروں میں محاوروں اور لفظوں کے الٹ پھیر سے بھی مزاحیہ صورت حال پیدا کی جاتی ہے۔ معلم کو چاہیے کہ طلبا کو اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے زبان وبیان کی باریکیوں سے واقف کرائیں۔ طنزیہ مزاحیہ متن جس دلچسپ انداز کا حامل ہوتا ہے طلبا کو اس سے واقف کراتے ہوئے متن میں شامل طنزیہ مزاحیہ پہلوؤں پر اس طرح روشنی ڈالیں کہ وہ اس سے لطف اندوز بھی ہوں اور بین السطور میں پوشیدہ مفہوم سے واقفیت بھی حاصل کر سکیں۔

6 خلاصہ

اس سبق میں آپ نے مضمون نگاری، انشائیہ اور طنز و مزاح سے واقفیت حاصل کی۔ مضمون نگاری اور انشائیہ نگاری اردو میں غیر افسانوی نثر کی اہم اصناف شمار کی جاتی ہیں۔ جب کہ طنز و مزاح کی باقاعدہ صنف کی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا استعمال نثر اور شعر دونوں میں کیا گیا ہے۔ بچوں میں تخلیقی صلاحیت کو فروغ دینے میں ان اصناف کی تدریس معاون ہے۔

Disclaimer	آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب وتدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی ومعاون درسی کتابوں اردو زبان وادب کی تاریخ، اردو قواعد و انشا، اردو کی ادبی اصناف، رہنما کتاب، اردو تدریسیات، اردو زبان کی تدریس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔